اردو اور عربی شاعری میں مناظرِ فطرت مجید امجد اور محمود شعبان کی شاعری کی روشنی میں

NATURAL ELEMENTS IN ARABIC AND URDU POETRY IN LIGHT OF MAJEED AMJAD AND MAHMOUD SHABAN'S POETRY

ڈاکٹر تغرید محمد البیومی السید

اسسٹنٹ پروفیسر اردو، جامعہ ازہر، مصر

Abstract:
Mahmoud Shaban is one the renowned poets of modern day Arabic language. He is widely read and referred for his treatment of elements of natural phenomena in his poetry. He has composed on various issues but elements of natural phenomena are very close to his heart. Majeed Amjad is one of the great poets of modern Urdu. He has also written on natural phenomena. Many similarities are found in both Shaban and Amjad's poetry. This article is a comparative study of dealing of natural elements by Arabic poet Shaban and Urdu poet Majeed Amjad.

Keywords:
مجید امجد، محمود شعبان، اردو، عربی، مصر، اندلس، شعر، پاکستان، مناظرِ فطرت، نظامِ شمسی

فطرت اللہ تعالی کی کاریگری ہے جسے اللہ نے انسان کے لیے خوبصورت اور عمدہ بنایا ہے تاکہ وہ دنیا میں غورو فکر کرسکے، انسانی فکر کو وجود بخشنے میں فطرت کا بہت اہم کردار ہے، اور خاص طور سے شعرا کے لیے اس کا کردار بہت اہم ہوتا ہے، کیونکہ شاعر کی قدرت خاص ہوتی ہے، اور اس کا احساس بہت لطیف ہوتا ہے، اسی وجہ سے متعدد شعرا کے نزدیک فطرت ہی افکارو معانی کے نزول کا مصدرو منبع ہوتی ہے، لہذا ہر شاعر اپنے خاص نظریہ، ماحول کے اعتبار سے ہی اپنی بات کو پیش کرتا ہے، پھر وہ اس فطرت کو اپنے احساسات ومشاعر کو پیش کرنے اور اپنے پیغام کو دوسرں تک پہنچانے کا وسیلہ بناتا ہے۔

مختلف زمانوں میں شعرا نے فطرت پہ کام کیا ہے اور مختلف اوصاف کے ذریعہ فطرت کے مظاہر میں غورو فکر کیاہے، عربی کے جاہلی شعرا کے نزدیک خوبصورتی کے آثار ان کے ماحول میں ہیں،

اسی وجہ سے وہ اپنے ماحول کی جزوی تصویر کشی کرتے ہیں، اور یہی سبب ہے کہ ان کے اشعار میں تشبیہی اور استعاراتی خوبصورت نقوش پائے جاتے ہیں اور جاہلی شعرا کے قصائد میں فطرت کا وصف تمہید کے طور پہ ملتا ہے۔

جاہلی شاعر کا وصف جزوی اور تفصیلی ہوتا ہے، کیونکہ وہ قوت خیال پہ اعتماد کرتا ہے۔ وہفطرت کے زندہ اور جامد کے ہر مشاہدے کی تصویر کشی کرتا ہے ، جس میں وہ اونٹنی، گھوڑے، اور نیل گائے کے ہر وصف کو بڑی دقت اور باریکی کے ساتھ بیان کرتا ہے، ایسے ہی وہ پہاڑوں، چٹانوں، تیز ہواؤں کی سنسناہٹ، اور برسات وغیرہ کو بیان کرتا ہے۔لیکن اس کا یہ وصف ہمیشہ حسی رہا ہے جو مشاہدات و مرئیات پر منحصر رہا ہے، وجدان و احساسات تک سرایت نہیں کیا۔مطلب یہ ہے کہ وجدان و احساسات کے اعتبار سے شاعر جو چیزیں اپنے اردگرد پاتا ہے پھر ان کو بیان کرتا ہے تو مشاہداتی اور مرئی وصف اس وجدانی وصف سے مخلوط نہیں ہوتے۔

تصویر کشی کے اس عظیم مادے کے باوجود شاعر کے احساسات میں فطرت صادقہ وجدانیہ شریک نہیں ہوتی ہے۔جب فارسی ثقافتی آثار عربی ادب میں داخل ہوئے تو فن " وصف " ترقی پذیر ہوا ، یہاں تک کہ عصر عباسی میں مستقل فن میں تبدیل ہوگیا۔شعرا نے باغات، پھولوں، اور حدائق کا باقاعدہ وصف بیان کرنا شروع کردیا ،اور شعر کی قدرت کا خاص باب باندھا، اس طرح سے فطرت کے وصف کا دائرہ وسیع ہوگیا، اور وہ اوصاف جنھیں عربی شعرا نے استعمال کیا تھا وہ تغیر پذیر ہوگئے۔

اندلس کے شعرا نے ماحول کے بارے میں بڑی دلچسپی دکھائی، اورفطرت کے وصفِ جمال اور اس کے پرکشش مناظر کی تصویر کشی میں انوکھا کام انجام دیا، حتی کہ ان کی دلچسپی یہاں تک بڑھ گئی کہ ان کے وصف کی طرف شدید میلان نے انھیں پھولوں کے درمیان مناظرہ کی مجلسیں قائم کرنے پر مجبور کردیا۔جس میں بلاغت اور موسیقی اپنے عروج پر ہواکرتی تھی۔یہ الگ بات ہے کہ یہ موسیقی گہرائی اور عمق سے خالی ہوتی تھی۔

اس طرح سیفطرت میں ان کے اشعار کی چمک دمک کو امتیازی خصوصیت حاصل ہوگئی۔ جہاں تک اردو زبان کا معاملہ ہے، اس زبان میں فطرت کے مظاہر فارسی سے مآخوذ ہیں، پھر رومانوی اشعار کی ترقی کی وجہ سے اردو زبان میں قدرتی اشعار کی ترقی ہوئی جو ابھی تک جاری ہے۔اس کا بنیادی

سبب ہندوستان کے ساکن اور مصنوعی تمدن کا (جوانیسویں صدی تک جاگیردارانہ تھا) مغربی ترقی پذیر سرمایہ دارانہ نظام سے ٹکراؤ اور تصادم ہوا جس نے ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقات کو ذہنی اور جذباتی طور پر بیدار اور آزاد کردیا۔(۱) اس کے ساتھ ہی جمہوری سیاست کی انفرادیت اور انگریزی تعلیم کے ساتھ مغربی رومانوی تحریک کے اثرات بھی ہندوستان میں سرایت کر گئے جس نے نوجوان طبقے کے ذوق ، تخیل، وجدان اور جذبہ حب الوطنی کو مہمیز لگائی۔(۲)

فطرت کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: فطرت کے جامد عناصر پر مشتمل ہے۔یعنی کائناتی مظاہر کے عناصر جیسے سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، نہریں، نباتات وغیرہ ہیں۔

دوسری قسم: قدرت کے زندہ عناصر ہیں جیسے پرندے حشرات، اور جانور وغیرہ۔

محمود شعبان اور مجید امجد کا زمانہ بہت قریب رہا ہے۔اس زمانے میں دونوں کے ملکوں میں سیاسی اور سماجی حادثات بہت زیادہ رونما ہوئے۔اسی وجہ سے دونوں شاعروں نے وصفِ فطرت کا خوب اہتمام کیاہے۔

محمود شعبان

محمود شعبان تحریک تجدید کے قائدین میں سے ایک ہیں۔ان کے شعری اسلوب میں صدقِ وجدانی،نشاط، عربی اصالت، نغمگی پائے جانے کی وجہ سے ان کے اسلوب کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ان کی زندگی متعدد سیاسی اور سماجی حادثات سے متاثر ہوئی، جن میں بہت سارے حادثات کو انھوں نے اپنی شاعری میں ذکر کیا ہے۔ان کی نظموں سے اس بات کا پتا چلتا ہے ،کہ ان کی نظمیں انسانی ہمدردی میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔"ماحول" کا ایک بڑا حصہ ان کی شاعری میں پایا جاتا ہے، جس کو انھوں نے بہت سی نظموں میں بیان بھی کیا ہے، اسی طرح انھوں نے اپنے اشعار میں " وصف " کا بھی اہتمام کیا ہے، اور رومانوی نظمیں بھی کہی ہیں۔ان کے کارناموں میں: رات ، ستارے، متحیر سانسیں ، بلبل کے گانے ، محبت کی پیاس کے علاوہ اور بھی بہت سی ممتاز نظمیں ہیں۔

محمود شعبان نے عربی شاعری کو"تغرید" جیسا عظیم دیوان عطا کیا، اس کے علاوہ ان کے بہت سا کام ”رسالہ“، ثقافت، "ہلال" مطاف" جیسے مجلّوں رسالوں اور اخبارات میں شایع ہوا۔(۳)

مجید امجد

مجید امجد ۲۹ جون ۱۹۱۴ء کو جھنگ میں پید ا ہوئے۔(۴) ان کا تعلق ایک متوسط طبقے سے تھا۔ ا ن کی عمر صرف دو سال تھی جب ان کی ماں اور والد میں خاندانی تنازع کے باعث علیحدگی ہو گئی۔ان کی والدہ انھیں لے کر اپنے والدین کے پاس آ گئیں۔یوں ایک مقامی مسجد کے خطیب سے انھوں نے عربی اور فارسی زبان کی تعلیم حاصل کی۔مجید امجد نے اسلامیہ ہائی سکول جھنگ صدر سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد وہ تاریخی تعلیمی ادارے گورنمنٹ کالج جھنگ میں داخل ہوئے اور یہاں سے انٹر میڈیٹ کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔گورنمنٹ کالج جھنگ کی علمی و ادبی فضا نے ان کی ادبی صلاحیتوں کو مزید نکھارا۔جھنگ میں اس زمانے میں کوئی ڈگری کالج نہ تھااس لیے وہ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں داخل ہوئے اور ۱۹۳۴ء میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

اس کے بعد وہ جھنگ آ گئے اور یہاں کے مقامی مجلے ہفت روزہ ”عروج“ کی مجلس ادارت میں شامل ہو گئے۔انھوں نے ۱۹۳۹ء کے وسط تک بہ حیثیت مدیر ہفت روزہ عروج جھنگ میں خدمات انجام دیں۔

مجید امجد کی شادی ۱۹۳۹ء میں اپنے چچا کی بیٹی سے ہوئی۔یہ خاتون گورنمنٹ ہائی سکول برائے طالبات جھنگ صدر میں ٹیچر تھیں۔ان کی یہ شادی کامیاب نہ ہو سکی اور اس کے بعد جدائی کا ایسا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو ا جس نے مجید امجد کو خود نگر اور تنہا کر دیا۔مجید امجد کی کوئی اولاد نہ تھی۔مجید امجد نے ۱۱ مئی ۱۹۷۴ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔(۵)

مجید امجد کا پہلا شعری مجموعہ شب رفتہ ۱۹۵۸ء میں شایع ہوا۔ان کا دوسرا شعری مجموعہ شب رفتہ کے بعد ۱۹۷۶ء میں شایع ہوا۔مجید امجد کی تمام شاعری پر مشتمل کلیات مجید امجد کی اشاعت ۱۹۸۹ء میں ہوئی۔مجید امجد کی شاعری کو علمی و ادبی حلقوں کی طرف سے زبردست پذیرائی ملی۔انھیں اردو کے علاوہ انگریزی ،عربی ،فارسی اور ہندی پر عبور حاصل تھا۔وہ تراجم کے ذریعے دو تہذیبوں کے مابین ربط کی ایک صورت پیدا کرنے کے متمنی تھے۔وہ چاہتے تھے کہ عالمی کلاسیک کے تراجم کے ذریعے ادب اور زبان کی توسیع کے عمل کو مہمیز کیا جائے۔(٦)

مجید امجد اور محمود شعبان کی شاعری میں فطرت کے جامد عناصر :

ماحول کے جامد عناصر سے مراد کائناتی مظاہر ہیں جیسے: سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، نہریں، نباتات جنگلات وغیرہ۔یہی جامد مظاہر ہیں جنھیں شعرا نے اپنے شعروں میں استعمال کیا ہے۔مجید امجد اور محمود شعبان دونوں نے بھی اپنے اشعار میں قدرت کے جامد مظاہر کو بیان کیا ہے، اور انھیں اپنے اشعار کا محور بنایا ہے۔

دونوں نے جس ماحول میں زندگی گزاری ، اس ماحول سے بہت متاثر ہوئے۔اپنے ماحول کے طبعی حسن وجمال کو انھوں نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے، مثلا ہوا، پانی، رات، دن، ستارے اور سیارے، نباتات، سال، موسم، اور جنگلات وغیرہ کو بیان کیا ہے اوران مظاہر کو اس ترتیب کے ساتھ اپنے اشعار میں جگہ دی ہے۔(۷)

ا۔پانی ”غدیر: بہتا پانی“

محمود شعبان نے" غدیر " کے عنوان سے ایک نظم کہی ہے جس میں وہ غدیر کے پانی کے حوالے سے بات کرتے ہیں اور بڑے خوبصورت انداز میں اس پانی کو بیان کیا ہے جو پانی کھیتوں کے بیچوں بیچ بہتا ہوا، درخت اور پھول کو سیراب کرتا ہوا، ایک نالی سے دوسری نالی میں گرتا ہے، یا ایک نہر سے دوسری نہر میں گرتا ہے۔

على صفحتيك تلوح النجوم
وفوق جبينك يلهو القمر
ميابك راكدة كالهموم!
أأضنى ميابك طول السهر؟
ترف عليها طيوف النخيل
وترقص فيها ظلال الغصون
وتنساب منهوكة كالعليل
طواه الأسى واحتواه السكون
تلف الحقول وتطوى القرى
ومالك من صاحب أو رفيق
أما يا غدير سئمت السرى
وبعد المطاف وطول الطريق
فأيان تلقى غبار المسير!

وأنّى تلبى ندا العدم
وحتام تحيا حياة الأسير
وفيها الملال ومنها السأم!
طويت السنين ولما تزل
فتيا كما كنت منذ القدم
كأنك في الأرض نور الأمل
ينير الدياجي ويمحو الظلم
تقبلك الوردة الهائمة
وترشف من فيك معنى الأمل
وتغضى فتحسبها نائمه
ولكنها أسكرتها القبل (۸)

محمود شعبان کہتا ہے: اے پانی! تمھارے ساحل پہ ستارے چمکتے ہیں، تمھاری پیشانی پہ چاند کھیلتا ہے، تمھارے ٹھہرے ہوئے پانی باہمت ہیں۔کیا انھیں شب بیداری کی طوالت تھکاتی نہیں ہے ؟ اے پانی! تمھاری سطح پہ کھجور کی شکل نظر آتی ہے، اور تمھارے اوپر اس کی ڈالیاں رقص کرتی ہیں، اے پانی! تم ٹھنڈی ٹھنڈی بادِ سحر کی طرح بہتے ہو ، سکون و امید کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہو ، کھیتوں اور آبادیوں کو گھیرے ہوئے ہو ، تمھارا کوئی دوست نہیں ہے، اے غدیر! کیا تم بُعدِ مسافت اور راستے کی طوالت سے نہیں تھکتے ؟ سیر کے غبار کو کہاں ڈالتے ہو ؟ معدوم کی آواز پہ کب تک لبیک کہتے رہوگے ؟ کب تک قیدی کی زندگی گزارو گے؟ یہ زندگی بڑی پریشان کن اور بے کار کی زندگی ہے۔سالہا سال تم پر گزر جاتے ہیں اور تم پہلے ہی کی طرح جوان دِکھتے ہو گویا کہ تم زمین پر امید کی کرن جگارہے ہو، ظلمت کو روشنی میں تبدیل کر رہے ہو، تاریکی کو ختم کر رہے، سرگرداں پھول تمھیں بوسہ دیتے ہیں، اور تمھارے دہن سے امید کی کرن روشن کرتے ہیں۔وہ اپنی آنکھوں کو بند کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نیند کی آغوش میں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمھارا بوسہ انھیں مست کیے ہوئے ہے۔

محمود شعبان نے سمندر کے بارے میں بھی ایک نظم لکھی ہے جس کا عنوان " اے سمندر " رکھاہے۔

متعت نفسك بالجمال مجردا
وتشابهت فيك الضلالة بالهدى!
وغدا نهارك للصباحة معرضاً

وبدأ مساؤک للملاحة موعدا
فہنا الخیال حقیقة ملموسة
وہنا الحقیقة کالخیال مجسدا
فاجعل میاہک للصبابة مرتعا
واجعل رمالک للأحبة مرقدا!
واضحک کما ضحک الہوی من شاعر
ظمآن فی شطیک أہلکه الصدی! (۹)

شاعر کہتاہے: اے سمندر! تم نے خود کو کتنا حسین و جمیل بنا رکھا ہے، ہدایت اور گمراہی تیرے در پہ آکر مشتبہ ہوگئے، تمھارا دن تفریح کرنے والوں کے لیے وسیع و عریض میدان ہے، تمھاری شام ملاح کے وعدہ کی جگہ ہے، تمھارا خیال ایک ٹھوس حقیقت ہے، جب کہ تمھاری حقیقت بھاری خیال کی طرح ہے۔لہذا اپنے پانی کو شوق و محبت کے پیاسوں کے لیے پنگھٹ بنادو، اور اپنی ریت کو عشاق کے لیے مرقد بنادو، اور ہنسو جیسے کہ پیاسے شاعر پہ عشق مسکرایا، وہ پیاسا شاعر جسے شدید پیاس نے تمھارے ساحل پہ ہلاک کردیا۔

مجید امجد نے بھی "نیلے تالاب" کے عنوان سے نظم کہی ہے۔ملاحظہ ہو:

سب اس گھاٹ پہ اک جیسے ہیں
جب سے نیل گگن کی ٹینکی سے پانی برسا ہے،
جب سے سات سمندر، سات بھرے ہوئے ٹب، پانی کے
اس آنگن میں رکھے ہیں،(۱۰)

۲۔رات اور دن

محمود شعبان نے کچھ اشعار رات پر کہے ہیں اور اس نظم کو "شرید" کے نام سے موسوم کیا ہے۔

شاعر نے رات کا استعمال ایک ایسی منظر کشی میں کیا ہے جس میں انسان کا غم و حزن بڑھتا ہی جاتا ہے۔یہاں تک کہ انسان رات کو لمبی سمجھنے لگتا ہے اور یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ اب صبح نہیں ہوگی۔شعرا کو بھی دوسرں کی طرح رات میں بہت سارے غم ورنج لاحق ہوتے ہیں۔رات اور دن ان کے لیے دردو الم کی صورت میں بدل جاتے ہیں پھر رنج اور نامیدی انھیں گھیر لیتی ہے:

يا ليل هذا شريد تائه تعس
يحوطه الصمت فى واديک والغلس

شاعر کہتا ہے: اے رات! تیری وادی میں اِس بے ٹھکانہ سرگرداں بد بخت کے ارد گرد ہر جگہ سخت تاریکی چھائی ہوئی ہے۔

أأنت يا ليل موج ضل غايته
تطوى دياجيه من عاشوا ومن درسوا؟
فكيف يا ليل لم تفرح بمن سعدوا
وكيف يا ليل لم تحزن لمن تعسوا؟
سيان عندک من باتوا على أمل
فيه النعيم... ومن ياليل قد يئسوا! (۱۱)

اسی نظم میں دوسری جگہ شاعر رات کے ساتھ بات کرتے ہوئے کہتاہے: اے رات! کیا تم سمندر کی موج کی طرح ہو جو اپنا مقصد بھول گئی ہے جس کی تاریکی اس میں جینے والوں اور پڑھنے والوں کو گھیری ہوئی ہے؟ پھر اے رات! کس طرح تم خوش ہونے والوں کی خوشی میں شریک نہیں ہوتی؟ اور غمگین ہونے والوں کی غمگینی میں شریک نہیں ہوتی؟ پر امید ، ناامید دونوں تمھارے نزدیک برابر لگتے ہیں۔

محمود شعبان نے "لیل" کے نام سے بھی ایک نظم کہی ہے جس میں اس نے رات کے سناٹے اور اس کے سکون کو بیان کیا ہے۔شاعر کہتا ہے:

يا نجم ماذا فى الدجى أعجبک؟
والليل يا نجم عباب القدر
أأنت يا نجم تحب الحلک؟
أم أنت مثلى مولع بالسهر؟
يا ساهدا لم يدر معنى الكرى
كن مؤنسى ... انى وحيد هنا
أما ترانى قد هجرت الورى
فليت أنى قد هجرت الدنا

آیتہً یا نجم قل للسحر:

تعال! انی قد سئمت الغلس
ما فی الدجی من متعة للبصر
ولیس فی وادیه الا الخرس
یا راقداً حفت به العافیه
وداعبت أجفانه الحالمه
ألم تثر أشجانی الباکیه
لفح الأسی فی نفسک الناعمه؟ (١٢)

اے ستارے! کیا تم سخت تاریکی پسند کرتے ؟ یا تم بھی میری طرح ہو جو شب بیداری کو پسند کرتا ہے، اے نیند کی لذت سے غافل شب بیداری کرنے والے ! میرے مونس و غمخوار بن جاؤ کیونکہ میں تنہا ہوں، کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ میں نے سارے لوگوں کو الوداع کہہ دیاہے، اے کاش! میں پوری دنیا کو الوداع کہہ دیتا، اے ستارے! صبح سے کہو کہ وہ نمودارہو، کیونکہ میں رات کی تاریکی اور چراغ کی روشنی سے تھک چکاہوں، رات کی تاریکی میں آنکھ کے لیے کوئی لطف اندوز چیز نہیں ہے، اور رات کی اس وادی میں گونگے لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

مجید امجد نے بھی قدرت کے جامد عناصر کے وصف میں ایک نظم کہی ہے جس کا نام صبح و شام رکھا ہے۔"صبح و شام" کے عنوان سے بھی صبح سے لے کر طلوع شمس کے وقت تک کے بارے میں ایک نظم لکھی ہے۔یہ نظم جمال وصف اور تصویری شاعری کے استعمال میں انوکھی کاریگری کا پتا دیتی ہے۔شاعر کہتا ہے:

تجھ کو خبر ہے کتنی صبحیں
کتنی صبحیں بن گئیں شامیں
آرزوؤں سے مہکی صبحیں
بن کے پرانی پیامی شامیں
ڈوب رہی ہیں ڈوب چکی ہیں
وقت کے طوفانی دریا میں
کتنی صبحیں کتنی شامیں (۱۳)

اسی طرح مجید امجد نے صبح کے وصف میں بھی ایک نظم لکھی ہے جس میں وہ کہتاہے:

کیا گریباں چاک صبح کیا پریشاں زلف شام
وقت کی لامنتہی زنجیر کی کڑیاں تمام(۱۴)

اسی طرح مجید امجد نے "صبح کے اجالے میں"صبح کے وصف میں بھی ایک نظم لکی ہے جس میں وہ کہتاہے:

تو نے، ہم سفر، دیکھا،
صبح کے اجالے میں
راہ کا سہانا پن!
دائیں بائیں، دو رویہ،
شادماں درختوں کی،
جھومتی قطاریں ہیں
ہر قدم کے وقفے پر
دُھوپ کی خلیجیں ہیں
چھاؤں کے جزیرے ہیں (۱۵)

ایسے ہی اس نے "اے ری صبح " کے عنوان سے بھی ایک نظم لکھی ہے۔کہتا ہے:

اے اس دنیا کی اچھا ئیوں کے تت ست میں پنپنے والی روحوں کی روح،
کبھی تو تو ان باغوں سے بھی گزرتی،
جہاں وہ مہکتے پھول نہیں کھلتے جو دوزخوں کی ٹھنڈک ہیں،(۱۶)

۳۔نباتات

محمود شعبان نے پھول کے بارے میں ایک نظم لکھی ہے ،وہ کہتا ہے:

والكون نشوان، والأنسام حاملة! والورد يشكو حبيبا قد تصباه(۱۷)

یعنی کائنات نشے میں ہے، روحیں بوجھ ڈھونے والی بنی ہیں، گلاب کا پھول محبوب سے شکایت کرتاہے۔

ایسے ہی محمود شعبان نے ایک اور نظم "انفاس حائرہ" کے عنوان سے لکھی ہے۔جس میں وہ باغیچہ اور پھولوں کے بارے میں کہتا ہے:

الروض	مقصدنا	وغا
يتنا	المغانی	الحالية
حيث	الأزاہر	والمزا
ہر	والطيوب	الزاكية
والجدول	الہيمان	يج
ری	بينہا	كالعافية(١٨)

ہمارا مقصد اور ہماری انتہا وہ باغ ہے جس میں پھول کھلے ہوں، اسی طرح اس باغ میں پھول کے گملے ہوں، خوشبودار ہوا ہو، اس میں پانی ایسے ہی بہہ رہا ہو جیسے کہ رگوں میں خون بہا کرتا ہے۔

مجید امجد نے درختوں کو نہ کاٹ کر فطرت کی حفاظت کے بارے میں مختلف اسلوب کے ساتھ ایک نظم کہی ہے جس میں اس نے درختوں کے جمال کو ظاہر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ درخت شہروں کی روح ہیں۔وہ اپنی نظم "توسیع شہر " میں کہتا ہے:

بیس برس سے کھڑے تھے جو اس گاتی نہر کے دوار
جھومتے کھیتوں کی سرحد پر، بانکے پہرے دار
گھنے سہانے، چھاؤں چھڑکتے، بور لدے چھتنار
بیس ہزار میں بک گئے سارے ہرے بھرے اشجار
جن کی سانس کا ہر جھونکا تھا ایک عجیب طلسم
قاتل تیشے چیر گئے ان ساونتوں کے جسم
گری دھڑام سے گھائل پیڑوں کی نیلی دیوار
کٹتے ہیکل، جھڑتے پنجر ، چھٹتے برگ و بار
سہمی دُھوپ کے زرد کفن میں لاشوں کے انبار
آج کھڑا میں سوچتا ہوں اس گاتی نہر کے دوار
اس مقتل میں صرف اک میری سوچ، لہکتی ڈال
مجھ پر بھی اب کاری ضرب اک، اے آدم کی آل(۱۹)

مجید امجد نے ”نرگس“ کے بارے میں ایک نظم لکھی ہے:

میں نے حسرت بھری نظروں سے تجھے دیکھا ہے

جب تو روز، اک نئے بہروپ میں، روز اک نئے انداز کے سات (۲۰)

اسی طرح مجید امجد نے ہری بھری فصلوں کے بارے میں بھی ایک نظم لکھی، کہتاہے:

ہری بھری فصلو
جُگ جُگ جیو، پھلو
ہم تو ہیں بس دو گھڑیوں کو اس جگ میں مہمان
تم سے ہے اس دیس کی شوبھا، اس دھرتی کا مان (۲۱)

اس نظم میں شاعر نے ہری بھری فصلوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تم اس دیس کا رنگ روپ اور اس دھرتی کی ماں ہو، تمھی سے دیس کے سینے کے ارمان مست موسموں کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں بن کر اُبھرتے ہیں، تمھارے جھکتے ڈنٹھل ہیں، بالیاں اور دھوپ کھائے ہوئے کھلیاں گھر گھر میں خوشیوں کا جہاں آباد کرتے ہیں، تم شہر شہر، بستی بستی، انسانی زندگیوں کی ساتھی ہوا اور دامن دامن ،پلو پلو، جھولی جھولی خوشبو کے انمول خزانوں سے بھری ہو ، تمھیں یہ مقام کوئی ایک دن میں حاصل نہیں ہوا، بلکہ قرنوں کے انکار بجھ بجھ کر ہواؤں کا سانس بنے ہیں، صدیوں کے ہاتھے کا پسینہ پتیوں پر شبنم کے روپ میں نمودار ہوتا ہے ،ماہ وسال کی گردش کے لاکھوں سوز ایک خوبصورت ٹہنی کے خوش نما جھکاؤ میں تبدیل ہوئے ہیں، انسان کی صدیوں پر پھیلی ہوئی محنت ومشقت کی بدولت روئے زمیں پر فطرت کو عظمت اور انسان کو شوکت ملی ہے، اے جھومتے کھیتو! تم دامن، پلو پلو، جھولی جھولی مسکراہٹیں اور خوشیاں تقسیم کرو، اللہ کرے تمھارا سنہری رنگ روپ تم پر ہمیشہ مسکراتا رہے، تم ہمیشہ کے لیے زندہ، شاداب سر سبز اور لہلاتی رہو۔(۲۲)

۴۔نسیم، بادِ صبا

محمود شعبان نے ”لقا“ کے عنوان پر موسم بہار کے تعلق سے ایک نظم لکھی ہے۔موسم بہار کا تذکرہ محبت کے ساتھ ہوتا ہے، محبوب کا عشق موسم بہار کے عشق کی طرح ہوتا ہے:

مر النسیم فحیانی .. فقلت له: بورکت حی معی روحی فحیاه! (۲۳)

شاعر کہتا ہے: باد صبا کا گزر ہوا جس نے میرے اندر روح ڈال دی، پھر میں نے اس سے کہا کہ اللہ تجھے برکت دے کہ تونے مجھے زندہ کردیا۔

مجید امجد نے موسم بہار پہ " بہار " کے عنوان سے ایک مکمل نظم لکھی ہے ، کہتا ہے:

ہر بار، اسی طرح سے دُنیا
سونے کی ڈلی سے ڈھالتی ہے
سرسوں کی کلی زرد مورت
تھاما ہے جسے خمِ ہوا نے
ہر بار، اسی طرح سے ، شاخیں
کھلتی ہوئی کونپلیں اٹھائے (۲۴)

۵۔نظام شمسی

محمود شعبان نے " انس الوجود" کے عنوان سے ایک نظم کہی جس میں وہ سورج کے بارے میں بات کرتا ہے، کہتا ہے:

مالت الشمس على أعتابه عند الغروب
وسجا الليل فأصغيت الى همس الغيوب!
موكب يختال فى عزته مجد الشعوب
ورؤى من فتنة الوادى وأحلام القلوب! (۲۵)

یعنی غروب کے وقت سورج اس کے گھر کی چوکھٹ کی طرف مائل ہو ،رات تاریک ہوگئی، پھر بادلوں نے سرگوشی سنائی، اور یہ جماعت اپنی عزت میں لوگوں کی مجدو بزرگی سے بہت آگے ہے۔

مجید امجد نے اپنی طویل نظم "نہ کوئی سلطنتِ غم نہ اقلیمِ طرب" کے ایک حصّے "نغمۂ کواکب" میں نظام شمسی کا نہایت ہی پر لطف وصف بیان کیاہے۔اس طرح سے کہ ہر ستارے کو علاحدہ وصف کے ساتھ متصف کردیا ہے، کہتا ہے:

دائموس:

ناچ ناچ جھوم جھوم گھوم گھوم گھوم گھوم
دیکھنا ادھر ضرور

اِک نظر
ناچتا ہے نزد و دَور

فیبوس:

دیے جلتے رہے دیے چلتے رہے گُھم گُھم اڈے دھوئیں کے دَل (۲۶)

۶۔ آسمان

محمود شعبان کی نظموں میں آسمان کے موضوع پہ کوئی نظم نہیں ملتی ہاں البتہ جن اشعار میں فطرت کے اوصاف کو بیان کیا ہے ان میں آسمان کا ضمنی تذکر ہ کیا ہے۔جب کہ مجید امجد نے "ساتوں آسمانوں..." کے عنوان سے پوری ایک نظم کہی ہے:

ساتوں آسمانوں کے عکس اور کنکر آ آکر گرتے ہیں خیالوں کے خانوں میں
یہ سب کچھ ان الگ الگ خانوں میں، اک وہ یکجا مخفی قوت ہے، جو
مجھ پر ظاہر تو نہیں لیکن جو یوں ہونے میں میری ہونی کے ساتھ ہے(۲۷)

۷۔ جنگل

مجید امجد نے اپنی شاعری میں ریگستان کا تذکرہ نہیں کیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جس ماحول میں اس کی پرورش ہوئی ، وہ ماحول ریگستان سے خالی تھا۔جب کہ عربی شاعری میں ریگستان کا تذکرہ بڑی کثرت سے آیا ہے۔لہذا مختلف زمانوں میں عربی شعرا اپنی شاعری میں ریگستان کا تذکرہ کرتے رہے ہیں۔

محمود شعبان نے بھی "بیدا" کے نام سے ریگستان پر پوری نظم کہی ہے، جس ریگستان میں وہ سرگرداں پھر رہا ہے:

بیداء! یا لحن الهدی والطهر فی أعماق قلبی!
یا سر أشواقی ومعبد لهفتی ومراد حبی!
فی صمتک الهادی قلوب الحائرین عبدت ربی!
أهواک یا بیداء لکنی أخاف علیک جدبی!

******

بیداء! یا محراب أوهامی والهامی وقدسی
شیعت آمالی الیک فلیتنی شیعت نفسی!

ونسيت عندك يا صفاء الروح حرمانى وتعسى
وحييت للغد مثلما أحيا على الدنيا لأمسى!
******
بيداء ! ہا أنذا سكبت على ثراك دمائيه!
ضيعت عمرى فيک لكنى وجدت بقائيه
سر الحياة ہو الفنا .. وأنت سر حياتيه!
والجدب يبقى كالخلود له الحياة الثانية! (۲۸)

کہتا ہے: اے ہدی کے نغمہ! میرے دل کی طہارت، اے میرے شوقوں کے راز، میری عشق و محبت کا عبادت خانہ، تمھاری پرسکون خاموشی میں متحیرلوگوں کے دلوں نے میرے رب کی عبادت کی، اے جنگل! میں تم سے محبت کرتاہوں، لیکن جو میرے دل میں خشکی ہے میں اس سے ڈرتاہوں، اے میرے اوہام والہام اور پاکیزگی کے محراب، امیدیں تیری تابع ہوگئیں اے کاش میرا دل بھی تیرے تابع ہوجاتا، تمھارے پاس آکر میں اپنی محرومیت اور اپنے غم و آلام کو بھول گیا، گزرے ہوئے کل کی طرح آنے والے کل کے لیے میں دنیا میں زندہ رہا، تمھاری ریتلی زمین پہ خون بہائے گئے، تمھارے پیچھے میں نے اپنی عمر برباد کردی ہاں لیکن اس کی بقا کو میں نے پالیا، زندگی کا راز فنا ہے، اور تم زندگی کے راز ہو، اور خشکی ہمیشگی کی طرح باقی رہے گی اس کے لیے دوہری زندگی ہے۔

اس شاعری کو پڑھنے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاعر نے فطرت کے جامدعناصر کے وصف کو بیان کرنے میں کمال کیا ہے۔

اس طرح سے ہم اس کی مختصر نظموں میں جامعیت اور مکمل ربط پاتے ہیں ، جب کہ اس کے اکثر اشعار میں موضوعاتی وحدت کا بھر پور اہتمام ملتا ہے۔اسی طرح اس کے اشعار میں قصص اور صدقِ وجدانی بھی پایا جاتا ہے۔اس کے اکثر اشعار چھوٹے چھوٹے بندوں کی صورت میں ہیں ،البتہ کھنڈرات سے آغاز کا اہتمام اس کے نزدیک نہیں ملتا۔(۲۹)

جمالیات کے جس مسئلہ پر سب سے زیاد زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حسین معروض کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں اور انسان اس کی طرف کیوں متوجہ ہوتا ہے؟ اس نظریہ کی رو سے انسان موزوں شکل کو پسند کرتا ہے، اور اس کی وجہ فطرت کا موزوں شکل کو پسند کرنا ہے۔اس ضمن میں انسان فطرت کا پیروکار ہے اور اس نے فطرت سے ایسی مربوط شکلوں کو پسند کرنا سیکھا ہے جن میں موزنیت

بدرجہ اتم موجود ہے۔موزونیت کا انحصار توازن، تناسب، ساخت، ترتیب، اور تنظیم میں ہے اور فطرت اس معیار پر پوری اترتی ہے۔حسین معروض کی بنیادی خصوصیات یہی ہیں اور ان ہی خصوصیات کی بناپر انسان ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔(۳۰)

امجد وشعبان کی شاعری میں فطرت کے زندہ عناصر

فطرت کے زندہ عناصرمیں پرندے، حشرات، اور جانور شامل ہیں جن کا تذکرہ شعرا نے اپنی شاعری میں کیا ہے۔(۳۱)

ہمارے ان دونوں شاعروں نے اپنی شاعری میں بلبل اور چڑیوں کے ذکر پہ اکتفا کیا ہے۔ حشرات اور دیگر جانوروں پر کوئی نظم نہیں کہی ہے۔بلبلوں اور چڑیوں کے تذکرے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی آواز گھنی ڈالیوں سے پھیلتی ہے جو محبت کو بڑھاتی ہے، مشاعرو احساسات میں حرکت پیداکرتی ہے، دل میں چین و سکون کی روح پھونکتی ہے۔محمود شعبان کہتا:

فهبنى مع الأطيار بلبل أيكة　　　يلقن أسرار الهوى كل عابر(۳۲)

بلبلوں کے ساتھ مجھے گھنا درخت فرض کرلو ہر گزرنے والے کی محبت کے راز کو جان جاؤگے۔

اسی طرح محمود شعبان نے " اغنى البلبل " کے نام سے ایک نظم لکھی ہے جس میں اس نے بلبل سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

طاف فى قلبى نشيد بالمنى يملأ نفسى؟
وأنا اليائس يا بلبل ما يهدأ يأسى
هذه كأسى! فهل يرضيك أن تفرغ كأسى
لا غدى يضحك لى فيها ولا يرجع أمسى
*****
أيها البلبل! انى ظامئ فارو لهاتى!
هات لى ما شئت يا ساحر من لحنك هات
وأدر كأسك بالحب لتحيا فيه ذاتى
سوف يفنى الجسد البالى وتبقى صبواتى!
****
نحن يا بلبل كأسان من الحب ملئنا!
نحن قلبان جريحان التقينا فهنئنا

نحن لحنان حبیبان الی مہدک جئنا
الغرام العف ما شئت من الدنیا وشئنا!(۳۳)

شاعر کہتا ہے: ایک نغمہ میرے دل کے اردگرد گھومنے لگا جس کی وجہ سے میرا دل خواہشات سے لبریز ہوگیا، جب کہ میں اے بلبل! نا امید ہوں جو نا امیدی کم نہیں ہوگی، یہ میرا پیالہ ہے کیا تم اسے خالی کرنا پسند کرو گے؟ نہ میرا آنے والا کل خوشگوار ہونے والا ہے، اور نہ ہی گزراہوا کل واپس آنے والا ہے، اے بلبل! میں بہت پیاساہوں، اپنے نغمے کی صورت میں سے جو چاہو مجھے دے دو ! یا محبت کا پیالہ ہی عطاکردو تاکہ میں اسی کے سہارے زندہ رہوں، گلنے والا جسم فنا ہوجائے گا اورشوق باقی رہیں گے، اے بلبل! ہم دونوں محبت کے دو پیالے ہیں جو بھر چکے ہیں، ہم دو زخمی دل ہیں جو آپس میں ملے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دی، ہم دو عاشق ہیں جو تمھارے گھوارے میں آئے ہیں، تمھاری ہی طرح ہم نے بھی دنیا سے پاک شدید محبت کے سوا کچھ نہیں چاہا۔

محمود شعبان فطرت کے زند عناصر کے آثار کو بیان کرتے ہوئے چڑیوں، باغوں، پھولوں کا تذکرہ کرتے ہوئے "غرب الروح" کے نام سے پوری نظم کہی ہے، کہتا ہے:

تہیم نفسی فی الفضا الذی
کم ہامت الأرواح فی طہرہ
مالی وللروض وأزہارہ
ترعی یدی ما نام من زہرہ؟
مالی وللروض وأطیار ہ
أبحث عما غاب من طیرہ؟
وأطعم العصفور حلو الجنی
وأدفع الأیام عن وکرہ!
مالی وللروض وأمواہہ
أرقب من یشرب من نہرہ (۳۴)

میرا دل سرگرداں ہے اس فضا میں جس میں کتنی روحیں اپنی طہارت کے لیے سرگرداں رہی ہیں، میری کیا اوقات ہے جب کہ باغیچے کے پاس اس کے پھول ہیں، میرا ہاتھ ان کی نگرانی کرتاہے جس کی وجہ سے باغ کا ایک بھی پھول مرجھاتا نہیں، میری کیا اوقات ہے جب کہ میں باغیچے کے غائب شدہ

پرندے کو میں تلاش رہا ہوں ؟ چڑیا کو میں سب سے اچھا کھانا کھلا رہا ہوں، اور اس کے گھونسلے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا رہا ہوں، میری کیا اوقات ہے جب کہ باغیچے کے پاس اس کے پانی ہیں، اس کے نہر سے پینے والوں کی میں دیکھ بھال کرتاہوں۔

ایسے ہی مجید امجد نے بھی فطرت کے زند عناصر کے متعلق " بن کی چڑیا " کے عنوان سے پوری نظم لکھی۔ کہتا ہے:

صبح سویرے بن کی چڑیا - من کی بات بتائے
جنگل میں سرکنڈوں کی کونپل پر بیٹھی گائے (۳۵)

اسی طرح اس نے "اے ری چڑیا" کے عنوان سے بھی پوری ایک نظم لکھی ہے، کہتا ہے :

جانے اس روزن میں بیٹھے بیٹھے،
تو کس دھیان میں تیری، چڑیا، اے ری چڑیا (۳۶)

ایسے ہی "بہار کی چڑیا" کے عنوان سے بھی پرندوں کا وصف بیان کرتے ہوئے مجید امجد نے پوری ایک نظم کہی ہے، ملاحظہ ہو:

اس کا سرما سارا گزرا، دور کہیں اک دھوپ کے گھر میں....
سرما، جو اس کا بچپن تھا۔۔ (۳۷)

دونوں شاعروں کے اکثر اشعار میں موضوعاتی وحدت پائی جاتی ہے جو فطرت کے مظاہر کا احاطہ کرتی ہے، اسی وجہ سے یہ دونوں شاعر نظم کی روایتی ساخت کے مقید نہیں ہوتے، بلکہ براہِ راست اپنی غرض کو پیش کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں ایسا معنوی ربط پایا جاتا ہے کہ ہر شعر پہلے آنے والے شعر کے اعتبار سے پیداہوتا ہے اور متعدد معنی کی روشنی میں رہنمائی کرتاہے۔وحدتیں یہ ہیں: شعوری وحدت ، فکری وحدت ، زمانی وحدت، موضوعاتی وحدت۔(۳۸)

دونوں شاعروں کے نزدیک طبعی اشعار میں خیالات وافکار بالکل مربوط ہیں اور منطقی اعتبار سے باہم منسلک ہیں، جو سامع کو شاعر کے احساسات اور اس کی سچائی کا پتا دیتے ہیں، ان کی شاعری میں شعور کی گہرائی کے ساتھ معانی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، جب کہ فکر واضح، پختہ اور مکمل بیدار ہوتی ہے۔

دونوں شاعروں نے اپنے اکثر اشعار میں جامد اور متحرک ماحول کو ایک ساتھ مخلوط کیا ہے۔

دونوں شاعروں کے نزدیک طبعی اشعار میں خیالات وافکار بالکل مربوط ہیں اور منطقی اعتبار سے باہم منسلک ہیں، جو سامع کو شاعر کے احساسات اور اس کی سچائی کا پتا دیتے ہیں، ان کی شاعری میں شعور کی گہرائی کے ساتھ معانی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، جب کہ فکر واضح، پختہ اور مکمل بیدار ہوتی ہے۔

- دونوں شاعروں نے اپنے اکثر اشعار میں جامد اور متحرک ماحول کو ایک ساتھ مخلوط کیا ہے۔
- مجید امجد کی اکثر شاعری میں قصصی اسلوب واضح طور پہ جھلکتا ہے۔ اس کا موسیقی سے جدا رہنے کا بہت حد تک یہی سبب ہے۔
- دونوں شاعروں نے فطرت کو زندہ چیز کی طرح مانا ہے، اور فطرت کو اس طرح شمار کیا گویا وہ بھی غم وحزن میں شریک ہوتی ہے، اسی طرح دونوں شاعروں نے فطرت کو حادثہ کے عناصر میں سے ایک عنصر مانا ہے۔
- دونوں شاعر جامد اور متحرک عناصر فطرت کی عمدہ تصویر کشی میں درجہ کمال پر ہیں۔ دونوں کے فطرت پر اشعار پر کشش، انوکھے ہیں جس میں فنی عناصر کامل طریقے سے پائے جاتے ہیں۔
- دونوں شاعروں کے نزدیک طبعی شعر میں خالص شعری تجربہ امتیازی طور پہ پایا جاتا ہے، اور یہ سچائی ہمیں ان کے ہر شعر میں ملتی ہے۔
- طبعی اشعار میں دونوں شاعروں کی زبان سہل اور آسان ہونے میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے اور تکلف، پیچیدگی، اور غموض سے بالکل خالی ہے۔ دونوں کے الفاظ بالکل سہل اور آسان ہیں، جس میں دل کو چھو لینے والی موسیقی ہے، اسی طرح ان کے الفاظ ایک سے زیادہ معانی ومفاہیم کے حامل ہیں، دونوں شاعروں کے نزدیک بہت کم اشعار ایسے ہیں جن میں الفاظ سخت اور غریب ہوں۔
- دونوں شاعروں کے اکثر اشعار میں موضوعاتی وحدت پائی جاتی ہے جو فطرت کے مظاہر کا احاطہ کرتی ہے۔ اسی وجہ سے دونوں نظم کی روایتی ساخت کے مقید نہیں ہوتے، بلکہ براہ راست اپنی غرض کو پیش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں ایسا معنوی ربط پایا جاتا ہے، کہ ہر شعر پہلے آنے والے شعر کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے اور متعدد معنی کی روشنی میں رہنمائی کرتا ہے۔ وحدتیں یہ ہیں: شعوری وحدت، فکری وحدت، زمانی وحدت، موضوعی وحدت۔

- دونوں شاعروں کے نزدیک طبعی اشعار میں خیالات وافکار بالکل مربوط ہیں اور منطقی اعتبار سے مسلسل منسلک ہیں، جو سامع کو شاعر کے احساسات اور اس کی سچائی کا پتا دیتے ہیں، ان کی شاعری میں شعور کی گہرائی کے ساتھ معانی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوئے ہیں، جب کہ فکر جامع پختہ اور مکمل بیدار ہے۔
- دونوں شاعروں کے نزدیک شعری موسیقی امتیازی حیثیت رکھتی ہے، موسیقی سے ہماری مراد اوزان اور قوافی ہیں۔
- مجید امجد کی نظمیں کسی بھی بین الاقوامی زبان کی منتخب شاعری کے مقابلے میں مکمل اعتماد کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہیں۔
- مجید امجد فطرت کی کامل تصویر کشی کرتا ہے کہ وہ کامل عناصر اور مکمل خطوط کے ساتھ ہمارے سامنے منظر کی تصویر ابھرتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ کلی اور جزئی متعدد تصویروں کے ساتھ اس کے بے شمار اشعار فطرتی مظاہر کے بارے میں وارد ہوئے ہیں، اور بے شمار تشبیہات وارد ہوئی ہیں جن کے ذریعہ شاعر اپنے معنی مراد تک پہنچتا ہے، اور یہ خوبی اس کے اندر اس کے اپنے ماحول سے پیدا ہوئی ہے۔ مجید امجد کی اکثر شاعری میں قصصی اسلوب واضح طورپہ جھلکتاہے۔ اس کا موسیقی سے جدا رہنے کا بہت حد تک یہی سبب ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) محمد خان اشرف، اردو تنقید کا رومانوی دبستان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۱۴۴

(۲) محمد خان اشرف، رومانویت اور اردو ادب میں رومانوی تحریک،سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۲ء ، ص ۱۹۲

(۳) محمود شعبان، تغرید، مطابع کوستاتسوماس وشرکاہ، القاہرۃ، الطبعۃ الأولی، ۱۹۶۵م ، ص (المقدمۃ) أ

(۴) محمد زکریا، کلیات مجید امجد (تحقیق، تدوین، ترتیب)، الحمد پبلی کیشنز، اشاعت سوم، ۲۰۱۰ء، لاہور، ص۲۵۔۳۳

(۵) محمد زکریا، کلیات مجید امجد ، ص۲۵۔۳۳

(۶) ایضاً

(۷) نوری حمودی القیسی، الطبیعۃ فی الشعر الجاہلی، دار الارشاد، بیروت، الطبعۃ الأولی، ۱۹۷۰م، ص ۲۳ ۵۴

(۸) محمود السید شعبان، تغرید، ص۶۰۔۶۴
(۹) ایضاً ، ۱۰۰
(۱۰) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۴۷۴
(۱۱) محمود السید شعبان، تغرید، ص ۶۹۔۷۰
(۱۲) محمود السید شعبان، تغرید، ص ۷۷۔۸۲
(۱۳) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص۲۴۹۔۲۵۰
(۱۴) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۲۵۱
(۱۵) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۳۶۹۔۳۷۰
(۱۶) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۱۰۷
(۱۷) محمود السید شعبان، تغرید، ص ۳۴
(۱۸) ایضاً، ص۴۷
(۱۹) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۳۵۲
(۲۰) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۳۰۰
(۲۱) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص۱۴۸۔۱۴۹
(۲۲) آبگینہ سرمایہ اردو(انشائیہ، معروضی، گرامر)، برائے سال دوم، جدید بک ڈپو، لاہور، ص۳۲۶
(۲۳) محمود السید شعبان، تغرید، ص۳۴
(۲۴) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص۳۶۸
(۲۵) محمود السید شعبان، تغرید، ص ۹۱
(۲۶) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص۲۹۴۔۲۹۹
(۲۷) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۶۴۸
(۲۸) محمود السید شعبان، تغرید، ص ۲۲۔۲۹
(۲۹) ابرایم عبد الرحمن الغنیم، الصورة الفنیة فی الشعر العربی، الشرکة العربیة للنشر والتوزیع، القاهرة، ط۱، سنة ۱۹۹۶م، ص ۴۱
(۳۰) سعید احمد رفیق، تاریخ جمالیات، زمرد پبلی کیشنز کوئٹہ،اشاعت دوم، ۲۰۰۰، ص ۲۲۹

(۳۱) عیسی فارس وآخرون، مظاہر الطبیعۃ فی شعر حازم قرطاجنی، مجلۃ جامعۃ تشرین للدراسات و البحوث العلمیۃ ، سلسلۃ الآداب والعلوم الانسانیۃ، المجلد(۲۷)، العدد (۲) ۲۰۰۵م، ص ۹۹

(۳۲) محمود السید شعبان، تغرید، ص ۲۰

(۳۳) محمود السید شعبان، تغرید، ص ۴۲۔۵۰

(۳۴) ایضاً، ۱۲۳

(۳۵) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۹۳

(۳۶) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۵۱۰

(۳۷) محمد زکریا، کلیات مجید امجد، ص ۵۱۱

(۳۸) احمد پراچہ، اردو ادب کی ترقی پسند تحریک،فکشن ہاوس،۲۰۱۰ء، ص ۴۳

Bibliography

- Esa Faris and Others, *Mazahir al-Tabiah fi Shair Hazim Qirtajni,* Research Journal: Mujallah Jamia Tashreen LilDirasat wa al-Bahoos al-Ilmia, 2005.
- Ibraheem Abdur Rehman al-Ghaneem, *Al-Surah al-Fania fi al-Shair al-Arabi,* (Al-Qahirah: Al-Shirka al-Arabia, 1996)
- Muhammad Khan Ashraf, *Urdu Tanqeed ka Romanvi Dabistan,* (Lahore: Sang-e-Meel Publishers, 2011).
- Muhammad Khan Ashraf, *Urdu Tanqeed ka Romanvi Dabistan,* (Lahore: Sang-e-Meel Publishers, 2012).
- Muhammad Shohban Taghreed, *Mutabeh Kosta TasuMas wa Shoraka,* (Al-Qaherah: 1965)
- Muhammad Zakaria, *Kulliyat-e Majeed Amjad,* (Lahore: Al-Hamd Publication, 2010)
- Noori Hamoodi al-Qaisee, *Al-Tabd'a fi al-Shair al-Jahile,* (Beruit: Daar al-Irshad, 1970).
- Saeem Ahmad Rafeeq, *Tarikh-e Jamaliat,* (Quata: Zamurd Publications 2000)